باب ۱۱

خیر و شر

وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللہِ تعَالیٰ

کیفِ اِنَّا لِلّٰہ

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن'' کا کیف لو۔ ''اِنَّا لِلّٰہ، اِنَّا لِلْقَادِر'' ۔ انا اقرارِ بندگی۔ انا وجود کا نکتہ۔ قطرہ کو سمندر کی آگہی، خود آگہی نصیب ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہ کا کیف ملا۔ ''اِنّیْ اَنَا اللہ'' اللہ ذات۔ اللہ بابا۔ ب کا نکتہ، سرِّ مخفی۔ بائے بسم اللہ علیؑ بابہا۔ بسم اللہ، راجعون کا پھیلاؤ۔ حق کی جانب گامزن۔ اِنَّا نکتۂ انا۔ انائے انفرادی۔ ب کی کشتی بحرِ انا میں سفر کر رہی ہے۔ ''بِسْمِ اللہِ مَجْرِھَا وَ مُرْسٰھَا'' سرِّ حقیقت، انائے مطلق، بحرِ حقیقت۔ محیط ہے، بسیط ہے۔ زمان مکان کی پابندی وجود تک تھی۔ وجود لاموجود میں سما کر حق کی جانب گامزن ہے۔ حیات، الحیات میں ضم ہے۔ کیسا خیر۔ کیسا شر۔ دریا قطرہ میں سمایا ہے۔ قطرہ دریا کی اجمالی تصویر بنا ہے تو یہ غیر لاموجود کیا ہے۔ عکس ہے، ظل ہے جو اصل بھی نہیں اور غیر بھی نہیں بس یہی ایمان بالغیب ہے نکتۂ انا کا تسلسل ایمان بالغیب سے قائم ہے۔ اور اِنّی اَنَا اللہ کنز مخفی کا راز ہے۔ ''اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَف'' (اپنی پہچان کا شوق) کی نمود ہے۔ ''اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' (ہم اسی کی جانب رجوع ہیں) یہ اسی کی جانب رجوع میں اَحْبَبْتُ کی آئینہ داری ہے۔ یوں تخلیق کا ذرہ ذرہ انائے انفرادی لئے ہے۔ اسی اَحْبَبْتُ (شدت حب) کی شدت میں ہے۔ بھنور مستانے ھو۔

ذات کے پردے

''اَحبَبتُ اَن اُعرَف'' (ذاتِ حق کو پہچان کا شوق) ذات کی پردوں سے رونمائی ہے۔ ذات کے پردے بے معنی، بے نام ونشان۔ ک ن بے چگون۔ اپنے کوکون دیکھے۔ مگر ہاں ذات کی دید صفات میں۔ اَحبَبتُ کی دید اپنے عشق کی شدتوں میں۔ یوں صفات کا آئینہ خانہ بے حد و بے شمار اور عشق کی وسعتیں لامحدود، ایک لفظ کُن کا ظہور۔ ''کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِیْ شَان'' (ہر روز اس کی نئی شان ہے) ذات کو صفات سے جانا۔ انائے مطلق نے ' انائے انفرادی کی رنگینوں میں اپنے کو ہی دیکھا۔ خود نے خود کو اپنے ہی میں پایا۔ حق نے حق کو حق سے دیکھا۔ انائے انفرادی کو شمسِ حقیقت کی تجلی میں جب اَحبَبتُ کی شدت نصیب ہوئی تو صفاتِ حق کی رنگینیوں میں اپنے کو دیکھا۔ اپنے کو پایا۔ عَرَفَ نَفْسَهٗ کا عرفان ہوگا۔ مگر اصل سے جدائی کی تڑپ اور بڑھی۔ یاد نے شدت پکڑی۔ یار اپنے میں سمایا۔ انا الحق پکار اٹھا۔ یہ شرک، یہ دوئی یہ غیریت، عشق میں یہ مدہوشی۔ محبوب سے یہ لاپرواہی کہ اپنی بھی یاد رہی۔ دستِ کرم نے سنبھالا دیا۔ ''رَحمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ'' محبوبیت نے رحمتوں کے دامن میں ڈھانپ لیا۔ مقامِ جبروت میں اٹھا لئے گئے۔ معانقہ ہوا۔

بھیک مانی بھئے مانی بھیک بھئے۔ ناران ہرے ناران ہرے

''طالب مطلوب ہوئے، مطلوب طالب ہوئے۔ کیا شان
ہے، کیا شان ہے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی''

ایقانِ ذات ہوا۔ انائے انفرادی میں صفاتِ ذات بھی آئیں۔

مجردات اور لطافتوں کی محبوبیت میں خود آگہی نصیب ہوئی۔ وجود تک میں ذات کی رنگینیاں سما گئیں۔ ''هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان'' چراغ سے چراغ روشن ہوا۔ بزمِ توحید جمی۔ ارض و سما اس کے کیف سے جھوم اٹھے اپنے وجود تلک میں ملکوتی اور حیوانی صفات میں کوئی دوئی نہ رہی، بچے جیسے اکائی میں معصوم ہوئے۔ خاک اور عالمِ پاک ایک ہوئے۔ ملکوتی صفات سے سرِ عرش چڑھنے کی پرواز آئی تو حیوانی صفات نے پاؤں زمین پر قائم رکھے

''اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَاء''

''اس کی جڑیں مضبوط ہیں (زمین میں) اور شاخیں پھیلی ہیں آسمانوں میں''

کے مصداق ہوئے۔ شجرِ طیبہ کی تمثیل بنے۔ اب نفسِ امارہ نفسِ لوامہ، نفسِ مطمئنہ سب ہی ہمرکاب ہیں،۔ کسی نے راہ کھوٹی نہ کی۔

نعلینِ مبارک تک

اِلَیه رَاجِعُون کے سفر میں خیر وشر کا وسوسہ کہاں، حق و باطل کی جنگ میں الجھے رہنے کی فرصت کہاں، جب وجود ہی سراپا لاموجود ہوا تو آزادیٔ عمل بھی آئی، شدتِ پرواز بھی۔ مادّی حیوانی صفات الجھ الجھ کر جتنی پرواز میں رکاوٹ لاتی رہیں اتنی ہی شدت سے جذباتِ نور کی موجیں ابھریں۔ ملکوتی صفات نے اور تیزی سے آگے دھکیلا۔ ان شدتوں میں انائے انفرادی اور انائے مطلق کے مابین ایک ارتعاش آیا۔

''رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' کی صدا اپنے اندر سے بلند ہوئی اور اس کی بازگشت کائناتِ عالم میں گونجی۔ اس معراج خودی میں لاموجود نے، وجود کو بھی

ساتھ لیا۔ منزل اِلیہ رَاجِعُوْن قریب آ گئی۔ رب رب سے ملے۔ دستِ کرم نے دامنِ بندگی کو اب بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اے رب تو نے مجھے بندہ بنا کر بڑا احسان کیا۔ یوں کائنات کی تسخیر کر کے بھی گم گشتہ رہتا۔ منزل سے اور دور ہو جاتا۔ مقامِ احسان ہے کہ بندگی کے طفیل، سجدہ غلامی کے سہارے، نعلین مبارک تک رسائی ہوئی۔

❁❁❁❁